حکمتِ سیّد مودودیؒ

ہمارے عوام اور علماء

اقتباس کردہ: جناب الیف الدین ترابی صاحب

(۱)

اس قوم میں مدت ہائے دراز سے یہ کمزوری پرورش پا رہی ہے کہ ایک چیز کو حق جانیں اور دل سے اُسے حق مانیں مگر اس کے لیے کوئی قربانی گوارا نہ کریں، نہ قوت کی، نہ مال کی، نہ خواہشاتِ نفس کی، نہ اپنے مرغوب افکار و نظریات کی، نہ اپنے جاہلیت کے اذواق اور دلچسپیوں کی اور نہ کسی اور چیز کی۔ انہیں وہ حق پرستی تو بہت اپیل کرتی ہے جس میں حق کو زبان سے حق کہنا اور اس پر لفظی عقیدتوں کے پھول نچھاور کرنا اور اس کے لئے چند نمائشی کام کر دینا کافی ہو اور اس کے بعد انہیں اس حق کے خلاف ہر طرح اپنے کاروبار، اپنے ادارے اور اپنی زندگی کے سارے معاملات چلانے کی پوری آزادی حاصل رہے اسی لئے وہ نام نہاد مذہبیت کے ان راستوں کی طرف خوشی خوشی لپک جاتے ہیں جن کی دینداری اور سعی و عمل کا سارا دارومدار حق اور جاہلیت کی مصالحت (Compromise) پر ہے لیکن ایسی حق پرستی ان کے لئے ایک ناقابلِ تحمل بارِ گراں ہے جو کفر و اسلام، حق و باطل اور اطاعت و بغاوت کے درمیان دوٹوک فیصلہ چاہتی ہو اور جس میں ہر اس شخص سے جو حق کو ماننے کا اقرار کرے۔ پہلا مطالبہ یہ ہو کہ وہ یک سو ہو جائے اور پھر مزید مطالبہ یہ ہو کہ جس چیز کو اس نے حق مانا ہے اس کے لئے اپنی پوری شخصیت کو تج دے اور عمر بھر کے لئے تج دے۔ وقت کی، مال کی، خواہشاتِ نفس کی، مرغوبات اور دلچسپیوں کی، امنگوں اور تمناؤں کی، توقعات اور امیدوں کی، گھر سے گھرے تعلقات کی، قوتوں اور قابلیتوں کی،

غرض ہر قسم کی قربانیاں گوارا کرے اور ایک دو دن کے لئے نہیں، چار چھ مہینے کے لئے نہیں، کسی مقررہ مدت کے لئے نہیں بلکہ جب تک جینا ہے اس وقت تک گوارا کرے۔

آپ اس گئے گزرے زمانہ میں بھی ایسے مسلمان بہت پا سکتے ہیں جو خوشی خوشی جان دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے، سینے پر گولیاں کھالیں گے، سروں پہ لاٹھیوں کی بارش سہہ لیں گے، جیل کی سختیاں برداشت کرلیں گے۔ یہ سب ان کے لئے چھوٹے اور ہلکے کام ہیں جنہیں بہ آسانی برداشت کر سکتے ہیں لیکن اپنی پوری زندگی کو ایک ضابطہ میں کس دینا، عمر بھر ایک مقصد کے پیچھے صبر سے کام کئے چلے جانا، جیتے جی اپنی خواہشات پر بریک لگائے رکھنا، اپنی عادتوں اور ذہنیتوں کو بدل ڈالنا اور کسی خارجی دباؤ کے بغیر اخلاقی ذمہ داریوں کو قبول کرنا اور نباہنا۔ یہ فی الحقیقت ان کی برداشت سے بہت زیادہ بھاری بوجھ ہے۔

یہ نمائشی ہنگاموں میں ایک عمر گزار سکتے ہیں مگر کسی ایثار طلب عہد کو سال دو سال بھی بمشکل نباہ سکتے ہیں۔

ان کی مثال اس جنگلی گھوڑے کی سی ہے جو روزِ پیدائش سے آزاد پھرنے کا عادی رہا ہو کسی گاڑی میں جت کر ایک مقررہ راستے پر سیدھا چلنے کے لئے تیار نہ ہو۔ ایسے گھوڑے کو اگر کسی طرح رام کر کے باندھ دیا جائے تو بہت جلدی وہ بندشوں سے اکتانے لگتا ہے، حتیٰ کہ ایک دن رسی تڑا کر ایسا بھاگتا ہے کہ پہلے سے بھی کچھ زیادہ دور نکل جاتا ہے۔

(۲)

ہمارے عوام تو دین کے فہم اور اس کی روح کے ادراک سے محروم ہیں ہی مگر ہمارے درمیان جو لوگ مذہبی میلان رکھنے والے ہیں، وہ اس معاملہ میں کچھ ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ مخلص اور نیک لوگوں تک کا یہ حال ہے کہ وہ دینداری اور فن دینداری اور پیشۂ دینداری کے فرق کو نہیں جانتے دین کی حقیقی قدروں کو انہوں نے دوسری قدروں سے بدل لیا ہے یا خلط ملط کر دیا ہے۔ جو چیزیں دین میں نہایت اہم ہیں بلکہ اساسی اہمیت رکھتی ہیں وہ ان کی نگاہ میں ہماری تمام کوششوں کے باوجود محض ایک ضمنی اہمیت حاصل کر سکی ہیں کیونکہ ایک طویل مدت کی تعلیم و تلقین سے ان کا اندازِ فکر کچھ ایسا ہی

بنا دیا گیا ہے۔ بخلاف اس کے جو چیزیں دین میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں یا کسی قدر رکھتی بھی ہیں تو محض ایک ضمنی اہمیت، وہی ان کے نزدیک مدارِ دین ہیں کیونکہ فنِ دینداری اور پیشۂ دینداری نے ان کو یہی مرتبہ دیا ہے۔ عالم ہوں یا عامی یا متوسطین، بہر حال ان کے درمیان کم ہی ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں جو صحیح دینی بصیرت کی بناء پر جانتے ہوں کہ خدا کے دین میں کونسی چیزیں کس درجہ میں مطلوب ہیں۔ کس چیز پر کتنا زور دینا چاہیئے اور کونسی چیز کس چیز کی خاطر چھوڑی جاسکتی ہے[۱]۔

۱؎ روداد حصّہ دوئم صفحہ ۱۷-۱۹

عزم و عزیمت کی لازوال داستان

یادوں کی امانت

سیّد عمر تلمسانی

ترجمہ: حافظ محمد ادریس

البدر پبلی کیشنز ۔ ۲۳ ۔ راحت مارکیٹ اُردو بازار، لاہور